مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا تبلیغی و اصلاحی ترجمان

دعوۃ الحق

”قرآن ہی قرب کا ذریعہ ہے“

بزرگانِ دین نے سب سے زیادہ قرب کا ذریعہ قرآن ہی کو سمجھا ہے اور سب سے زیادہ اعتقاد اسی کے ساتھ رکھا ہے اور سب سے بڑھ کر فلاح دارین کا موجب اسی کو جانا ہے اسی بنا پر سب سے زیادہ شغف اہل اللہ نے تلاوت قرآن ہی کے ساتھ رکھا ہے۔ چنانچہ اسکی وجہ سے ان کو آخرت میں جو درجات عالیہ میسر ہوں گے وہ تو ہیں ہی، اس دار دنیا میں بھی اسکی برکت سے ان کو حیات طیبہ نصیب ہوئی اور عنایت خداوندی ان کے شامل حال رہی۔ اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت خاصہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں تو کلام اللہ کے ساتھ اپنا اعتقاد درست کر کے اور اسکو قرب و وصول کا ذریعہ یقین کر کے اسکی تلاوت کیجئے۔

(حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ، ٹملناڈو

ایک منٹ کا مدرسہ

سبق نمبر(۹)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

(۱) ترجمہ اذکار نماز اعوذ باللہ من الشیطن ''پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی مدد سے شیطان سے۔''

(۲) نماز کی سنتیں (۹) ''درمیانی تین انگلیوں کو کلائی کی پشت پر رکھنا۔(مردوں کے لئے)

(۳) بڑے بڑے گناہ جن پر سخت وعید آئی ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے (مگر اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرمائیں)

(۹) تہمت لگانا یعنی جو عیب کسی میں نہ ہو وہ اس کی طرف منسوب کرنا۔

(۴) گناہ کے نقصانات جو دنیا میں پیش آتے ہیں (۹) زندگی گھٹتی ہے اور زندگی کی برکت نکل جاتی ہے۔

(۵) طاعت کے فائدے جو دنیا میں ملتے ہیں (۹) نیک کام میں مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔

جلد(۱)

ذی الحجۃ الحرام
۱۴۲۶ھ

ماھنامہ

دعوۃ الحق

شمارہ(۹)

جنوری
۲۰۰۶ء

اجازت فرمودہ

محی السنۃ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ
ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس اللہ سرہٗ

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مدظلہم
ناظم مقامی مجلس دعوۃ الحق

مدیر مسئول

مولانا قاری محمد عارف رحیمی زید مجدھم

ترتیب و تقدیم

علمائے مقامی مجلسِ دعوۃ الحق

قیمت ۱۰ روپے

سالانہ زرِتعاون ایک سو روپے، ششماہی ۵۵ روپے

منجانب

مقامی مجلسِ دعوۃ الحق، پرنام بٹ ۔ ٹملناڈو

طابع و ناشر حکیم وصی اللہ نے انٹرا گرافکس بنگلور سے چھپوا کر دفترِ دعوۃ الحق پرنام بٹ سے شائع کیا

آئینہ

ہر نصیحت ہمارے لئے آئینہ ہے آیئے اپنی سدھار کی فکر کریں

دینی کتب و رسائل کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے

باسمہٖ تعالیٰ حامداً ومصلّیا

ابتدائیہ

تواضع اتفاق کی جڑ ہے

اصل علاج یہی ہے کہ اپنے کو بالکل مٹادے اور تواضع پوری طرح اختیار کرے اور یہی تواضع جڑ ہے اتفاق کی بھی آج کل لوگ اتفاق کی کوشش کرتے ہیں مگر اتفاق کی جو جڑ ہے اس کو بالکل چھوڑ رکھا ہے کیونکہ اتفاق ہمیشہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے کم سمجھے اس سے کبھی اختلاف کی نوبت آ ہی نہیں سکتی۔ افسوس آج اس پاکیزہ خصلت کو بالکل چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کے برخلاف خودداری اور تکبر کی تعلیم دی جاتی ہے لباس میں ہمیشہ ایسی وضع اختیار کی جائے کہ مجمع بھر میں ہمیں کو ممتاز اور بڑا سمجھا جائے اور غضب یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بھی ابتدا ہی سے اس وضع کا عادی بناتے ہیں غرض ہر فعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو فرعون کا ہمسر سمجھتے ہیں پھر فرمایئے اتفاق کیونکر ممکن ہے صاحبو! اگر اتفاق کی واقعی تمنا ہے تو حضرات صوفیہ کے طرز پر چلنے کی کوشش کرو ان حضرات کے قدموں پر جا گرو پھر دیکھو کیسا اتفاق ہوتا ہے۔ ایک رئیس سے میری گفتگو ہوئی کہ اگر لڑکے سے کسی نوکر پر کوئی زیادتی ہو جائے تو اس کو سزا دینی چاہیے یا نہیں ان رئیس صاحب کی یہ رائے تھی کہ سزا نہ دینی چاہیے۔ کیونکہ سزا دینے سے بچے کی طبیعت پست ہو جاتی ہے اور دماغ میں علو حوصلگی نہیں رہتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ علو کے کیا معنی ان لوگوں کے نزدیک ہیں ایسے علو کو غلو کہا جائے تو بہتر ہے اور نہ کہیئے تب بھی ہمارا مقصود حاصل ہے کیونکہ یہ وہی علو ہے جس کو فرماتے ہیں **لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا** دیکھ لیجئے کہ قرآن

نے اس علو کو محمود بتلایا ہے یا مذموم؟ اور اگر قرآن نے مذموم بتلایا ہے تو کیونکہ یہ وہی علو مطلوب ہوسکتا ہے صاحبو! قرآن شریف کو اگر دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف آج کل کے مخترع تمدن کی بالکل جڑ کاٹ رہا ہے۔

اتفاق کے پیدا کرنے کا طریقہ غرض یہ ہے کہ اتفاق پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے اعمال درست کرو اور جو لوگ اپنے کر چکے ہیں ان کے پاس آمد و رفت رکھو مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لو کہ بزرگوں کی خدمت میں اگر آجاؤ تو نیت محض اپنی اصلاح کی کر کے جاؤ۔ بعض لوگ بزرگوں کی خدمت میں جاتے ہیں لیکن نیت ان کی محض وقت پورا کرنا اور دل بہلانا ہوتی ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کر دنیا بھر کے قصے جھگڑے اخبار شروع کر دیتے ہیں ایسے لوگ اپنا بھی نقصان کرتے ہیں اور ان بزرگ کا بھی وقت ضائع کرتے ہیں۔

(دعواتِ عبدیت)

سلام کے حقوق

۱۔ مسلمان، مسلمان سے ملے تو اس کو سلام کرنا چاہئے۔ ۲۔ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ۳۔ سوار بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ۴۔ کم تعداد بڑی تعداد کو سلام کرے۔ ۵۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ ۶۔ اشارہ سے سلام کرنا جب مخاطب دور ہو۔ ۷۔ زور سے سلام کرنا تا کہ مخاطب سُن لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے قبل کہ منجملہ اور علامات کے چند علامات یہ ہیں:۔

۱۔ سلام کا رواج خاص خاص دائروں میں محدود ہو جانا۔ ۲۔ تجارت کا اتنا عام طور پر رواج پانا کہ بیوی اپنے شوہر کی مدد کرنے لگے۔ ۳۔ اہل اور نا اہل سب کا قلم چل پڑے۔ ۴۔ جھوٹی شہادت دینے میں بہادر بن جانا اور سچی شہادت کا اخفاء کرنا۔

(اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ)

درسِ قرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ

اللہ کی عبادت شکرِ حقیقی ہے

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ الذی جعل لکم الارض فراشا والسمآء بناء ۔ وانزل من السمآء مآء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ انداد وانتم تعلمون ○

''اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے ،تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ ،جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی ، پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے ،سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو۔''

اس سے پہلی آیت میں ان انعامات کا ذکر تھا جو انسان کی ذات سے متعلق ہیں ،اور اس آیت میں اُن انعامات کا ذکر ہے جو انسان کی گرد وپیش کی چیزوں سے متعلق ہیں ،یعنی پہلی آیت میں ''نفس'' اور دوسری میں ''آفاقی'' نعمتوں کا ذکر فرما کر تمام اقسام نعمت کا احاطہ فرمایا گیا۔

ان ''آفاقی'' نعمتوں میں سے زمین کی پیدائش کا ذکر ہے کہ اس کو انسان کے لئے فرش بنادیا ،نہ پانی کی طرح نرم ہے ،جس پر قرار نہ ہو سکے ،اور نہ لوہے ، پتھر کی طرح سخت ہے کہ ہم اسے اپنی ضرورت کے مطابق آسانی سے استعمال نہ کرسکیں ، بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا گیا جو عام انسانی ضروریات زندگی میں کام دے سکے۔

فراش کے لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ زمین گول نہ ہو، کیونکہ زمین کا یہ عظیم الشان کرہ گول ہونے کے باوجود دیکھنے میں ایک سطح نظر آتا ہے ،اور قرآن کا عام طرز یہی ہے کہ ہر چیز کی وہ کیفیت بیان کرتا ہے جس کو ہر دیکھنے والا عالم ، جاہل ،شہری ، دیہاتی سمجھ سکے۔

دوسری نعمت یہ ہے کہ آسمان کو ایک مزیّن اور نظر فریب چھت بنا دیا، تیسری نعمت یہ ہے کہ آسمان سے پانی برسایا، پانی آسمان سے برسانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بادل کا واسطہ درمیان میں نہ ہو بلکہ محاورات میں ہر اوپر سے آنے والی چیز کو آسمان سے آنا بولتے ہیں۔

خود قرآن کریم نے متعدد مقامات میں بادلوں سے پانی برسانے کا ذکر فرمایا ہے، مثلاً ارشاد ہے:۔

ءانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون۔ (واقعہ) ''کیا بارش کا پانی سفید بادلوں سے تم نے اتارا ہے یا ہم اس کے اتارنے والے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

وانزلنا من المعصرات مآء ثجاجا۔ (نبا) ''ہم نے اتارا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے پانی کا ریلا۔''

چوتھی نعمت اس پانی کے ذریعہ پھل پیدا کرنا اور پھلوں سے انسان کی غذا پیدا کرنا ہے، پروردگارِ عالم کی چار مذکورہ صفات میں سے پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں کہ ان میں انسان کی سعی وعمل تو کیا خود اس کے وجود کو بھی دخل نہیں، بیچارے انسان کا نام ونشان بھی نہ تھا، جب زمین اور آسمان پیدا ہو چکے تھے اور بادل اور بارش اپنا کام کر رہے تھے، ان کے متعلق تو کسی بیوقوف جاہل کو بھی یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ کام سوائے حق جل شانہٗ کے کسی انسان یا بُت یا کسی اور مخلوق نے کئے ہونگے۔

ہاں زمین سے پھل اور پھلوں سے انسانی غذا نکالنے میں کسی سادہ لوح اور سطحی نظر رکھنے والے کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ انسانی سعی وعمل اور اس کی دانشمندانہ تدبیروں کا نتیجہ ہیں کہ وہ زمین کو نرم کرنے اور کمانے میں، پھر بیج ڈالنے اور جمانے میں، پھر اس کی تربیت اور حفاظت میں اپنی محنت خرچ کرتا ہے۔

لیکن قرآن کریم نے دوسری آیات میں اس کو بھی صاف کر دیا کہ انسان کی سعی اور محنت کو درخت اُگانے یا پھل نکالنے میں قطعاً کوئی دخل نہیں، بلکہ اس کی ساری تدبیروں اور محنتوں کا حاصل ''رکاوٹوں کو دور کرنے'' سے زیادہ کچھ نہیں، یعنی انسان کا کام صرف اتنا ہی ہے کہ پیدا ہونے والے درخت کی راہ سے رکاوٹیں دور کرے اور بس۔

غور کیجئے کہ زمین کا کھودنا ،اس میں ہل چلانا ،اس میں سے جھاڑ جھنکاڑ کو دور کرنا،اس میں کھاد ڈال کر زمین کو نرم کرنا جو کاشتکاروں کا ابتدائی کام ہے،اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ بیج یا گٹھلی کے اندر سے جو نازک کونپل قدرت خداوندی سے نکلے گی زمین کی سختی یا کوئی جھاڑ جھنکاڑ اس کی راہ میں حائل نہ ہو جائیں، بیج میں سے کونپل نکالنے اور اس میں پھول پتیاں پیدا کرنے میں اس بیچارے کاشتکار کی محنت کا کیا دخل ہے۔

اسی طرح کاشتکار کا دوسرا کام زمین میں بیج ڈالنا، پھر اس کی حفاظت کرنا، پھر جو کونپل نکلے اس کی سردی گرمی اور جانوروں سے حفاظت کرنا ہے، اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ قدرت خداوندی سے پیدا ہونے والے کونپلوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے ،ان سب کاموں کو کسی درخت کے نکلنے یا پھلنے پھولنے میں بجز رفعِ موانع کے اور کیا دخل ہے؟ ہاں پانی سے جمنے والے بیج کی اور اس نکلنے والے درخت کی غذا تیار ہوتی ہے،اور اسی سے وہ پھلتا پھولتا ہے،لیکن پانی کاشتکار کا پیدا کیا ہوا نہیں، اس میں بھی کاشتکار کا کام صرف اتنا ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے پانی کو قدرت اسی کے پیدا کئے ہوئے درخت تک ایک مناسب وقت اور مناسب مقدار میں پہنچا دے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ درخت کی پیدائش اور اس کے پھلنے پھولنے میں اول سے آخر تک انسان کی محنت اور تدبیر کا اس کے سوا کوئی اثر نہیں کہ نکلنے والے درخت کے راستے سے روڑے ہٹا دے، یا اس کو ضائع ہونے سے بچالے، باقی رہی درخت کی پیدائش ،ان کا بڑھنا،ان میں پتے اور شاخیں پھر پھول اور پھل پیدا کرنا سو اس میں سوائے خدا تعالیٰ کی قدرت کے اور کسی کا کوئی دخل نہیں۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

افرایتم ما تحرثون ، انتم تزرعونہٗ ام نحن الزارعون (واقعہ) ’’بتلاؤ جو کچھ تم بوتے ہو، اُسے تم اُگاتے ہو؟ یا ہم اُگانے والے ہیں؟‘‘

قرآن کے اس سوال کا جواب انسان کے پاس بجز اس کے اور کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ان سب درختوں کو اُگانے والے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ جس طرح زمین اور آسمان کی پیدائش اور برق و باراں کے

منظم سلسلۂ کار میں انسانی سعی ومحنت کا کوئی دخل نہیں، اسی طرح کھیتی اور درختوں کے پیدا ہونے اور ان سے پھول پھل نکلنے، اور ان سے انسان کی غذائیں تیار ہونے میں بھی اس کا دخل صرف برائے نام ہے، اور حقیقت میں یہ سب کاروبار صرف حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا نتیجہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ کی ایسی چار صفات کا بیان ہے جو سوائے اس کے اور کسی مخلوق میں پائی ہی نہیں جاسکتیں۔ اور جب ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ انسان کو عدم سے وجود میں لانا اور پھر اس کی بقاء وترقی کے سامان زمین اور آسمان، بارش اور پھل پھول کے ذریعے مہیا کرنا سوائے ذاتِ حق جل شانہٗ کے اور کسی کا کام نہیں، تو ہر ادنیٰ سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کو اس پر یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ عبادت واطاعت کے لائق اور مستحق بھی صرف وہی ذات ہے، اور اس سے بڑا کوئی ظلم نہیں کہ انسان کے بود و وجود اور اس کے بقاء وارتقاء کے سارے سامان تو اللہ تعالیٰ پیدا کرے، اور غافل انسان دوسروں کی چوکھٹوں پر سجدہ کرتا پھرے، دوسری چیزوں کی بندگی میں مشغول ہوجائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اس چیز کی دعوت دی گئی ہے جو تمام آسمانی کتابوں کے اور تمام انبیاء کے بھیجنے کا اصل مقصد ہے، یعنی صرف ایک خدا کی عبادت وبندگی جس کا نام توحید ہے۔

اور یہ انقلابی نظریہ ہے جو انسان کے تمام اعمال واحوال اور اخلاق ومعاشرت پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ یقین کرے کہ تمام عالم کا خالق ومالک اور تمام نظامِ عالم میں متصرف اور تمام چیزوں پر قادر صرف ایک ذات ہے، بغیر اس کی مشیت اور ارادے کے نہ کوئی ذرّہ حرکت کرسکتا ہے، نہ کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تو اس کی پوری توجہ ہر مصیبت وراحت اور ہر تنگی وفراخی میں صرف ایک ذات کی طرف ہوجائے گی، اور اس کو وہ بصیرت حاصل ہوجائے گی جس کے ذریعہ اسباب ظاہر کی حقیقت کو پہچان لے گا کہ یہ سلسلۂ اسباب درحقیقت ایک پردہ ہے جس کے پیچھے دستِ قدرت کارفرما ہے۔

(معارف القرآن جلد اوّل)

درسِ حدیث

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

عن ابن مسعود ؓ انه قال قال رسول الله ﷺ ما من نبی بعثه الله قبلی الا کان له فی امته حواریون واصحاب یاخذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن ولیس وراء ذالك من الایمان حبة من خردل (مسلم)

یعنی سنت الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعت الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق آنے نہیں دیتے لیکن اس کے بعد شر وفتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہوجاتے ہیں جو طریقۂ نبی سے ہٹ جاتے ہیں۔ اُن کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیامِ حق وسنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مومن ہے، اور جو ایسا نہ کرسکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہوسکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سر حد ختم ہوجاتی ہے، حتی کہ اب رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہوسکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا، اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو **العیاذ باللہ** نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے، مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی، کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہو جائے گی تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی مخلوق تباہ وبرباد ہو جائے گی اور اس تباہی اور بربادی کی اس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر خدائے بالا وبرتر کے سامنے پیشی اور بازپرس ہوگی۔

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔ **کان امر اللہ قدراً مقدوراo فانا للہ وانا الیہ راجعونo**

اس سرسبز ستون کے علم وعمل کے نشانات مٹ چکے، اس کی حقیقت ورسوم کی برکتیں نیست ونابود ہو گئیں، لوگوں کی تحقیر وتذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا، خدائے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے، روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار وکمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو کر لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔

امام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کیلئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطابات قرآنی عام ہیں جو امت محمدیہؐ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کی زندگی اس کے لئے شاہدِ عدل ہے۔

فریضۂ تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے، پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوقِ خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی الناس راع علیھم وھو مسئول عنھم والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم والمرأۃ راعیۃ علی بیت بعلھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنے رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے۔ پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاویگا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے (صحابہؓ) نے عرض کیا کس کے لئے۔ فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسولؐ کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کیلئے۔

اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاءِ زمانہ کا مقتضی یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظتِ دین متین کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔ (فضائل اعمال اول

انوارِ سنت

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتھم

چند سنتیں

بالوں کی سنتیں (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک اور دوسری روایت کے مطابق کانوں تک اور ایک اور روایت کے مطابق کانوں کی لو تک تھی۔ ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک ہونے کی بھی روایات ہیں۔ (۲) یا تو سارے سر کے بال رکھے یا سارا سر منڈوادے۔ ایک حصہ کے بال رکھنا اور ایک حصہ کے منڈوانا یا ترشوانا فعلِ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ (۳) داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو کم کرنے کے متعلق حدیث میں حکم وارد ہے۔ داڑھی (یکمشت سے کم) کتروانے اور منڈوانے کو حرام فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ (۴) مونچھوں کو کترنے میں مبالغہ کرنا سنت ہے۔ (۵) زیرِ ناف، بغل اور ناک کے بال لینا، چالیس روز گزر جائیں اور صفائی نہ کرے تو گنہ گار ہوگا۔ (۶) بالوں کو دھونا، تیل لگانا اور کنگھا کرنا مسنون ہے۔ لیکن ایک آدھ دن بیچ میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ (۷) جب تیل ڈالنے کا ارادہ ہو تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں تیل لیکر پہلے ابروؤں پر پھر آنکھوں پر اور پھر سر میں تیل ڈالیں۔ (۸) سر میں تیل ڈالنے کی ابتدا پیشانی کی جانب سے کریں۔ (۹) کنگھا کریں تو پہلے دائیں جانب سے شروع کریں۔ (۱۰) کنگھا کرتے ہوئے یا حسب ضرورت جب بھی آئینہ دیکھیں تو دعاء پڑھیں۔ **اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ**۔ ترجمہ: اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کردیجئے۔

ناخن کاٹنے کی سنت (۱) داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت (کلمۂ شہادت والی انگلی) سے شروع کریں اور چھنگلی تک پھر ہاتھ کی چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے۔ پھر آخر میں داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں۔

اوردا ہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے تک پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے چھنگلی تک ترتیب وار ناخن کاٹنا چاہئے۔ یہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناخن تراشنے کا منقول ہے۔

وساوس کے وقت کی سنت (۱) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اور أمنت باللہ ورسلہ۔

بیماری، علاج اور عیادت کی سنتیں (۱) بیماری دوا اور علاج کروانا مسنون ہے۔ علاج کراتا رہے بیماری کی شفا میں نظر اللہ ہی پر رکھے۔ (۲) کلونجی اور شہد کے ساتھ علاج کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں شفا رکھی ہے ان دونوں کی تعریف میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ (۳) علاج کے دوران نقصان پہونچانیوالی چیزوں سے پرہیز کرنا۔ (۴) اپنے بیمار بھائی کی عیادت کے لئے جانا سنت ہے۔ (۵) بیمار پرسی کر کے جلد لوٹ آنا سنت ہے۔ کہیں تمہارے زیادہ دیر تک بیٹھنے سے بیمار ملول ورنجیدہ نہ ہو جائے۔ یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے۔ (۶) بیمار کی ہر طرح تسلی کرنا مسنون ہے۔ مثلاً اس سے یہ کہے کہ ان شاء اللہ تم جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں۔ کوئی ڈر یا خوف پیدا کرنیوالی بات بیمار سے نہ کہے۔ (۷) بیمار پرسی رات میں بھی جائز ہے۔ اس کو جو لوگ منحوس کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اسی طرح بیماری کی خبر ملے تو جب دل چاہے عیادت کر آئے۔ یہ جو خیال ہے کہ تین دن بیماری کے گزر لیں تو عیادت کو جائیں بے اصل بات ہے۔ (۸) جب کسی مریض کی عیادت کرے تو اس سے یوں کہے: **لا بأس طهور ان شاء اللّٰه۔** پھر اس کی شفایابی کے لئے سات بار یہ دعا پڑھے۔ **اسئل اللّٰه العظيم ربَّ العرش العظيم ان يشفيك ۔** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے مریض کو شفا ہو گی۔ ہاں اگر اس کی موت ہی آ گئی ہو تو دوسری بات ہے۔

(رسول اللہ ﷺ کی سنتیں)



ملفوظات

حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس اللہ سرہٗ

ارشاد فرمایاکہ مسلمان کامل وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو اذیت نہ ہو یہ حدیث پاک کا مضمون ہے اس پر ایک کافر نے سوال کیا کہ صاحب یہ کیسا آپ کا دین ہے کہ **المسلم من سلم المسلمون** مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف نہ ہو اور کافروں کو سلامتی دینا تکالیف سے یہ آپ کے یہاں کیوں نہیں ہے اسی طرح ایک اور اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ دیں۔ **من لسانہ ویدہ** اور اگر سر سے پاؤں سے ماردیں اس کی ممانعت تو اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ اب جواب سنئے اشکال نمبر (۱) کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو ہر وقت مسلمانوں سے معاملہ پڑتا ہے رات دن انھیں کے ساتھ اکثر معاملہ پڑتا ہے اور کفار کے ساتھ کبھی کبھی معاملہ پڑتا ہے تو جب مسلمان کے اخلاق ان لوگوں کے ساتھ اچھے ہوں گے جن کے ساتھ رات دن اسے معاملہ اور سابقہ پڑ رہا ہے تو جن سے کبھی کبھی معاملہ پڑتا ہے ان سے بدرجہ اولیٰ اس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ جب مشکل معاملہ میں یہ پاس ہوگیا تو آسان معاملہ میں فیل ہونا کس قدر مستبعد ہوگا یعنی اس میں پاس ہو ہی جاوے گا۔

ارشاد فرمایاکہ اگر پولیس افسر کا بیٹا پٹ رہا ہے تو لوگ کیا سمجھیں گے یا تو پولیس افسر کو خبر نہیں یا تو لوگوں کو نہیں معلوم کہ یہ پولیس افسر کا بیٹا ہے یا پولیس افسر اس بیٹے سے ناراض ہے جو اس کی ہمدردی نہیں کرتا۔ آج امت مسلمہ کا یہی حال ہے جو نصرت نہیں ہو رہی ہے۔ ہم نے اللہ پاک کو ناراض کر رکھا ہے۔ گناہوں کا عموم ہے اور روک ٹوک سے بھی ہم غافل ہیں۔ بنی اسرائیل کی ایک بستی پر عذاب کا حکم آیا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ایک صوفی عابد بھی اس بستی میں رہتا ہے جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی **ان فیھا عبدا لم یعصک طرفا قط**

ارشاد ہوا اس بستی کو پہلے اس پر پھر تمام بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میری نافرمانیاں یہ عابد دیکھتا تھا اور اس کے چہرے پر ناگواری کا اثر بھی نہ ہوتا تھا **اقلبها عليه وعليهم فان وجهه لم يتمعر فيّ ساعة قط** اس صوفی عابد پر بستی الٹنے کا حکم مقدم فرمایا گیا۔

ارشاد فرمایاکہ ہر مریض کی شفا کے لئے **یا سلامُ** ۱۳۱ مرتبہ اول آخر درود شریف ۱۱۔۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرنا اور دُعا کرنا کہ اے خدا اس نام پاک **یا سلامُ** کی برکت سے جملہ امراض سے سلامتی عطا فرما۔ مجرّب ہے۔

ارشاد فرمایاکہ بعض لوگ چندہ خلاص سے نہیں دیتے ایک صاحب نے الیکشن کے زمانے میں ایک دینی ادارہ میں بڑی رقم پیش کی پھر کچھ ہی دن میں درخواست کی مجھے اپنے اثرات وتعلقات والوں سے ووٹ دلا دیجئے مہتمم مدرسہ نے کہا ہم لوگ سیاست سے الگ رہ کر خالص دینی خدمت میں لگے ہیں یہ کام ہم سے نہ ہوگا۔ بہت خفا ہوئے اور بگڑ کر سخت غصہ سے کہا کہ ہم نے جو نوٹ کی پوٹ دی تھی وہ ووٹ ہی کے لئے تو دی تھی اب بتایئے کہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کیا حصہ ہوگا۔

ارشاد فرمایاکہ جب تلاوت شروع کرے تو نیت کرلے کہ اس سے ہمارے قلب کا زنگ دور ہوگا اور حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اور یہ تصور رہے کہ حق تعالیٰ سُن رہے ہیں حدیث پاک میں وارد ہے کہ تلاوت قرآن پاک سے زنگ دور ہوتا ہے اسی طرح وضو اور نماز کے وقت اور ذکر کے وقت بھی نیت کرے کہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ نیت اور اخلاص ہی اصل ہے۔

ارشاد فرمایاکہ اگر کوئی کہے کہ میرے مرض کے لئے ایک ڈاکٹر لاؤ جو اس فن کا ماہر اور اسپشلسٹ بھی ہو اور دیکھا کہ اس ڈاکٹر کو چارپائی پر لادے آرہے ہیں معلوم ہوا کہ فالج گرا ہوا ہے۔ مریض نے حال کہنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بہرے بھی ہیں پھر لکھ کر حال پیش کیا تو معلوم ہوا کہ نابینا بھی ہیں تو آخر وہ چیخ کر یہی کہے گا ارے ظالم مجھے ایسے اسپشلسٹ کی ضرورت نہیں اور لانے والا فوراً ان کی ڈگری ان کی جیب سے نکال کر دکھادے تو کیا یہ ڈگری کچھ وقعت رکھے گی۔ اسی طرح آج ہمارا حال ہے مسلمان ہونے کی سند ہے لیکن ناقص مسلمان ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ

آپ لوگ فروعات کی کیوں نصیحت کرتے ہیں۔

میرے دوستو! فروعات ہی سے توکل کی تکمیل ہوتی ہے اس ڈاکٹر میں فروعات ہی کی تو کمی تھی۔ کان بہرا تھا کان فرع ہے کُل جسم کے اعتبار سے اسی طرح آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں سب کُل جسم کے مقابلے میں فروعات کی خرابی والے ڈاکٹر کو پسند نہیں کیا بلکہ اسے بیکار سمجھ کر واپس کر دیا اپنے اسلام کے بارے میں بھی غور کیا کیجئے اگر کسی درخت کی سب شاخیں کاٹ دیں جاویں اور صرف تنا رہے تو آپ اس تنہ کو جلانے کے کام میں لا سکتے ہیں مگر اس درخت سے پھل پھول کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح اسلام کے تمام فروعات کو اہمیت حاصل ہے کامل مسلمان جب ہوگا جب اس کے تمام فروعات پر عمل ہوگا۔ (مجالسِ ابرار)

اعلان

آپ حضرات کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا **ماہانہ اجتماع عصر تا فجر** بتاریخ ۲۸/ ذی الحجہ الحرام ۱۴۲۶ھ بمطابق **29-01-2006** بروز اتوار بمقام **موتی مسجد** پرنام بٹ۔ انشاء اللہ منعقد ہوگا۔ جسمیں مندرجہ ذیل نظام رہیگا۔

بعد نماز عصر: ایک گناہ کبیرہ بتانا ۞ ایک سنت بتانا ۞ قرآن پاک کی ایک آیت کی تصحیح ۞ آدب گشت ۞ بعدہٗ گشت ۞ تعلیم تسہیل قصد السبیل ۞ چائے ۞ تیاری نماز مغرب

بعد نماز مغرب: تلاوت کلام پاک ۞ سنن نماز میں سے تین سنتوں کا عملی نمونہ (سلسلہ) ۞ بعدہٗ مہمان خصوصی کا اصلاحی خطاب ۞ بعدہٗ دعا ۞ تیاری نماز عشاء

بعد نماز عشاء: کھانے کی سنتیں ۞ سونے کی سنتیں ۞ نماز کی عملی مشق ۞ مراقبہ موت ۞ دعا ۞ بعدہٗ قیام شب ۞ نماز تہجد (انفرادی) ۞ معمولات (انفرادی) ۞ تیاری نماز فجر

بعد نماز فجر: تفسیر قرآن پاک

آپ تمام حضرات سے اس اجلاس کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

تبلیغ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے اور انہیں دین نہیں سکھاتے اور انہیں دین سے ناواقف رہنے کے عبرت ناک نتائج نہیں بتاتے اور اُنہیں بُرے کاموں سے نہیں روکتے اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین کا علم حاصل نہیں کرتے اور دین کی سمجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے۔ اور دین سے جاہل رہنے کے عبرت ناک نتائج معلوم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم لوگ لازماً اپنے پڑسیوں کو دین کی تعلیم دیں۔ اُن کے اندر دین کی سمجھ بوجھ پیدا کریں۔ نیز لوگوں کو چاہئے کہ لازماً اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھیں، دین کی سمجھ پیدا کریں اور ان کی نصیحتوں کو قبول کریں۔

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو؟ اس نے کہا ہاں توقع تو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں رُسوا کردیں گی تو ضرور تبلیغِ دین کا کام کرو۔ اس نے کہا کہ وہ کون سی تین آیتیں ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پہلی آیت یہ ہے :۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ ۔ (سورۃ بقرۃ)

’’کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو۔‘‘

ابنِ عباسؓ نے کہا کیا اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں؟

اور دوسری آیت :۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (سورۂ صف)

’’تم کیوں کہتے ہو وہ بات جس کو کرتے نہیں۔‘‘

تو اس پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں اور تیسری آیت :۔

مَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ۔ (سورۂ ھود)

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ جن بُری باتوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں ان کو بڑھ کر خود کرنے لگوں۔ میری نیت یہ نہیں بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا (تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے) ابن عباسؓ نے پوچھا کہ اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو فرمایا۔ جاؤ پہلے اپنے کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ یہ مبلّغ کی پہلی منزل ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ لازماً نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ خدا عنقریب تم پر ایسا عذاب بھیج دے گا کہ پھر تم پکارتے رہو گے اور کوئی شنوائی نہ ہو گی۔

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ ہر ہفتہ ایک مرتبہ وعظ کہا کرو اور دو دفعہ کر سکتے ہو اور تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو۔ اور ان کی بات کاٹ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کر دو گے بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو اور دیکھو مسجّع و مقفّیٰ عبارتیں بولنے سے بچو۔ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔

(اسوۂ رسول اکرم ﷺ)

صحابہ کا کمال

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

بتلایئے! آخر صحابہؓ کس چیز سے راہ پر لگے ہیں اسی سپرد کردینے سے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنے کو سپرد کردیا تھا اسی سے ان کا کام بن گیا علم و عقل سے ان کا کام نہیں بنا چنانچہ بعض متاخرین فقہ وغیرہ میں صحابہؓ سے بہت آگے ہیں مگر کیا وہ اس سے صحابہؓ پر فوق ہوگئے؟ ہرگز نہیں۔ صحابہؓ میں ایک ایسی بات ہے جو کسی امتی کو نصیب نہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو دیکھا اور حضورؐ کے ہاتھ میں اپنے آپ کو سپرد کردیا پھر حضورؐ کی برکت سے وہ وہاں پہنچے جہاں ہزار برس کے مجاہدوں سے بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا اور سپردگی بھی ایسی کامل تھی کہ ایک بار ابی بن کعب ؓ کو حضورؐ نے پکارا وہ نماز پڑھ رہے تھے اس لئے نہ بولے نماز سے فارغ ہوکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا عذر بیان کیا کہ میں نماز میں تھا آپ نے فرمایا **قال اللّٰہ تعالیٰ استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم** کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا؟ کہ جب رسول تم کو پکاریں فوراً جواب دو! تو صحابہ کے ذمہ نماز میں بھی حضورؐ کو جواب دینا ضروری تھا آگے اس پر علماء کا اختلاف ہے کہ حضورؐ کو جواب دینے سے نماز فاسد ہوجاتی تھی یا نہیں، بعض نے کہا ہے کہ فاسد نہ ہوتی تھی خیر نماز کا جو بھی حکم ہو مگر حضورؐ کی بات کا جواب دینا نماز کا توڑنا تو کسی حال میں جائز نہیں بجز اس صورت کے کہ کسی مسلمان پر جان کا خطرہ ہو تو لازم ہے کہ نماز توڑ کر اس کی امداد کرے یا اپنا نقصان ایک درہم سے زیادہ کا ہوتا ہو تو جب بھی نماز توڑ دینا جائز ہے۔ باقی اگر جان کا خطرہ نہ ہو تو فرض نماز نہ توڑے۔ رہی نفل نماز تو اس کا توڑنا غیر والدین کے لئے تو جائز نہیں اور والدین کے لئے اس وقت جائز ہے کہ ان کو یہ معلوم نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے اور اگر یہ معلوم ہوگیا پھر بھی پکاریں تو نماز توڑنا جائز نہیں کیونکہ اب وہ پکارنے والا خود گنہگار ہے اس کی بات نہ مانی جائیگی۔ یہ تفصیل میں نے اس لئے بیان کردی کہ بعض لوگ پیروں کے پکارنے پر اب بھی نماز کا توڑنا مطلقاً

جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے پیر کا درجہ شرعاً باپ سے زیادہ نہیں۔ غرض میں یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے کو کسی عارف محقق کے ہاتھ میں سپرد کرو اور اپنی رائے اور عقل کو بالائے طاق رکھو!۔

غرض جب آپ صحابہ کی طرح اپنے آپ کو کسی کے سپرد کردیں گے اس وقت معلوم ہوگا کہ یہ باتیں بنائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ حقائق ہیں پھر آپ کو موت سے وحشت نہ ہوگی بلکہ اس کا اشتیاق پیدا ہوجائے گا اور یہی حسن خاتمہ کی دلیل ہے کہ خدا سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوجائے۔

عارفین کی موت کے قصے سن کر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ان لوگوں کی موت پر ہزار زندگی قربان ہے ایک مرتبہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے سامنے کسی نے ایک غزل گائی جس کے ایک شعر کے اخیر میں یہ تھا ؎

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ

آپ کے اوپر کیفیت شوق کا غلبہ ہوا فرمایا کہ محبوب جان مانگ رہا ہے اور کوئی اپنی جان نہیں دیتا اس کے بعد فرمایا کہ۔ ’’جاں دادم و جاں دادم جاں دادم‘‘ بس یہ کہہ کر ختم ہوگئے۔ ایک اور صوفی کا قصہ ہے کہ وہ حج کو جارہے تھے شوق میں ناچتے کودتے اشعار پڑھتے تھے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کس درجہ کا عاشق ہے لوگ ان کو معمولی آدمی بلکہ مسخرہ سمجھتے تھے۔ مگر جس وقت مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور بیت اللہ پر نظر پڑی ہے اور مطوف نے کہا کہ یہی بیت اللہ ہے بس ان پر ایک حالت ہوگئی اور بے ساختہ زبان سے نکلا ؎

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر که مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

پھر گرتے ہی جاں دے دی۔ صاحبو! کیا ایسی موت تمنا کے قابل نہیں کیا اس کے لئے کوشش نہ ہونی چاہئے شاید کوئی یہ کہے کہ صاحب یہ تو حکایات ہی حکایات ہیں پہلے زمانہ میں کسی کو موت کا ایسا اشتیاق ہوتا ہوگا آج کل ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ نہیں صاحب اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں اور نہ ہونے کی وجہ جس طریقہ سے ان کو یہ حالت نصیب ہوتی تھی وہی طریقہ اب بھی اگر اختیار کیا جائے تو یہ حالت پیدا ہوجائے گی اور وہ طریقہ کیا ہے؟ کثرت ذکر اور کثرت اطاعت اور اجتناب معصیت بس ان تینوں چیزوں کو اختیار کرلیجئے انشاء اللہ موت کا اشتیاق اور خدا سے ملنے کی تمنا پیدا ہوجائے گی۔

(مفاسدِ گناہ)

سیرت خاصان حق

حضرت فضل بن عباسؓ

سنہ ۱۰ ہجری میں رحمتِ عالم ﷺ حجۃ الوداع کے لئے مکّہ معظمہ تشریف لے گئے لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنے مرکب ہمایوں پر ایک حسین وجمیل نوجوان کو بٹھا رکھا ہے جس کے رُخِ تاباں سے نور کی شعاعیں اسطرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں کہ کوئی اس کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حج پر آنے والے مجمع میں بنوخثعم کی ایک نہایت خوش جمال خاتون بھی تھیں۔ ان کی نظر حضورؐ کے ردیف نوجوان کے چہرے پر پڑی تو وہیں ٹک کر رہ گئی۔ خاتون کو حضورؐ سے کوئی مسئلہ پوچھنا تھا اس لئے آپؐ کی سواری کے بہت قریب کھڑی تھیں اور حج پر ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ بے نقاب تھا۔ حضور کے ردیف نوجوان کی نظر خاتون پر پڑی تو وہ بھی ان کی طرف بغور دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے نوجوان کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا لیکن تھوڑی دیر بعد نوجوان کی نظریں ان خاتون کی طرف اُٹھ گئیں۔ ایسا دو تین مرتبہ ہوا تو حضورؐ نے نوجوان سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ ”برادرِ عزیز! آج کے دن جو شخص اپنی آنکھ زبان اور کان پر قابو رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔“

حضورؐ کا ارشاد گرامی سُن کر نوجوان نے فوراً اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور پھر بھول کر بھی اُس طرف نہ دیکھا۔ یہ نوجوان رعنا جن کو حجۃ الوادع کے تاریخی موقعہ پر فخرِ موجودات سیّد المرسلینؐ کا ردیف بننے کا شرف حاصل ہوا اور جنہوں نے حضورؐ کے ارشاد گرامی کے سامنے فوراً سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت فضل بن عباسؓ تھے۔

سیّدنا ابو محمد فضل بن عباسؓ کے حسب ونسب کے بارے میں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ سرورِ کونین ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطّلب کے فرزند تھے۔ والدہ کا نام ام الفضل لبابہؓ تھا۔

ان کی جلالتِ قدر کا اندازہ حافظ ابنِ عبد البرؒ اور علامہ ابنِ کثیر کے اس قول سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سعادت اندوزِ ایمان ہوئیں امّ المؤمنین حضرت میمونہؓ بنتِ حارث حضرت فضلؓ کی خالہ تھیں ان کے والدِ گرامی حضرت عباسؓ بھی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے بوجوہ کئی سال تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔ علامہ ابنِ سعدؒ کاتب الواقدی نے حضرت ابورافعؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت عباسؓ کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباسؓ، ان کی اہلیہ ام الفضلؓ اور میں سب مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر حضرت عباسؓ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ حضرت فضلؓ بھی بعثتِ نبویؐ کے اوائل ہی میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ لیکن اپنے والدِ گرامی کی طرح انہوں نے بھی اسلام کا چرچا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباسؓ نے ارضِ مکہ کو الوداع کہا اور ہجرت کر کے سرورِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اہل وعیال بھی ہمراہ تھے۔ حضرت عباسؓ اپنے فرزندوں کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ بے حد مسرور ہوئے اور سب کو دعائے خیر و برکت سے نوازا۔

حضرت فضلؓ کو سب سے پہلے فتح مکہ کے موقع پر سرورِ عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اِس کے بعد وہ بڑے جوش اور جذبہ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے اور تحیّر خیز سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ جب دشمن کی بے پناہ تیراندازی سے مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت فضلؓ اس وقت بھی چند دوسرے جانبازوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کوہِ استقلال بن کر کھڑے تھے اور سرورِ عالم ﷺ کو تیروں کی زد سے بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا رکھی تھی۔ ان سرفروشوں کی ہمتِ مردانہ ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان بہت جلد واپس پلٹ پڑے اور مشرکین بنو ہوازن کو عبرتناک شکست دی۔

حجۃ الوداع میں حضرت فضلؓ کو یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی کہ سیّد الانام رحمتِ دوعالمؐ نے انہیں اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا، اس طرح وہ ردیف رسول اللہؐ (ہمرکابِ رسول اللہؐ) کے قابلِ فخر لقب سے مشہور ہوگئے۔ اسی موقع وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ مسندِ ابوداؤد میں

ہے کہ حجۃ الوداع میں رمی جمار کے وقت حضرت فضلؓ حضور ﷺ کی پشتِ مبارک کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ پر چادر تان رکھی تھی تاکہ آپؐ دھوپ سے بچے رہیں۔ سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ اقدس کے آخری دنوں میں جن اصحابؓ کو حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی حضرت فضلؓ بھی ان میں شامل تھے حافظ ابنِ حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضورؐ جس دن آخری خطبہ دینے کے لئے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے تو حضرت فضلؓ نے ایک دوسرے صاحب کے ساتھ مل کر آپؐ کو سہارا دے رکھا تھا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت فضلؓ ہی نے عامۃ المسلمین کے سامنے اعلان کیا تھا کہ آج رسول اللہ ﷺ خطبہ دیں گے۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کے جن اعزہ کو جسدِ اطہر کو غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے ایک حضرت فضلؓ تھے۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''استیعاب'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت فضلؓ پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دیتے تھے۔

رحمتِ عالم ﷺ کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی میں قیصرِ روم سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت فضلؓ شام جانے والے مجاہدینِ اسلام کے لشکر میں شامل ہو گئے اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ (یہ تیرے پُراسرار بندے)

خشیت الٰہی کے آنسو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت سے جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلے اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم مثلاً مکھی کے سر کے برابر (یعنی بقدر ایک قطرہ) ہوں۔ پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالےٰ اس چہرے کو آتشِ دوزخ کے لئے حرام فرمادیں گے۔

(سنن ابن ماجہ۔ معارف الحدیث)

ضروری مسائل

جمعہ کے فضائل ومسائل

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جوشخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے بعد اسکے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اسکے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اسکی قسمت میں ہوں پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہوجائینگے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جوکوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیادہ پا جاوے سوار ہوکر نہ جاوے پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اسکو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل عبادت کا ثواب ملے گا ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص تین جمعہ سستی سے یعنی بے عذر ترک کردیتا ہے اسکے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کردیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اس سے بیزار ہوجاتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا کہ میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام کردوں اور خود اُن کے گھروں کو جلادوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حق میں بھی وارد ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص بے ضرورت جمعہ کی نماز ترک کردیتا ہے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو تغیر وتبدل سے بالکل محفوظ ہے یعنی اسکے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا۔ ہاں مگر توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنی عنایت سے معاملہ فرمائے تو دوسری بات ہے۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مقیم ہونا، پس مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۲۔ صحیح ہونا۔ پس مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں جو مرض جامع مسجد تک پیادہ پا جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا کہ مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا ہو یہ سب لوگ مریض سمجھے جائینگے اور نماز جمعہ ان پر واجب نہ ہو گی۔

۳۔ آزاد ہونا، غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۴۔ مرد ہونا۔ عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ جماعت کے ترک کرنے کے جو عذر اُوپر بیان ہو چکے ہیں، ان سے خالی ہونا، اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہو گی۔

مثال۔۱:۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔

۲:۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔

۳:۔ مسجد کو جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔

۶۔ اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر میں یعنی عاقل ہونا بالغ ہونا، مسلمان ہونا یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے نماز ہو جائے گی یعنی ظہر کا فرض اسکے ذمہ سے اتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے۔ (بہشتی ثمر حصہ اول)





گناہ کے نقصانات

دوسرا نقصان ۔ گناہ کرنے سے دل پر ایک کالا دھبّہ لگ جاتا ہے جو توبہ کرنے سے مٹ جاتا ہے۔ ورنہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ (باقی آئندہ)

چند گناہ کبیرہ جن وعیدیں آئی ہیں۔ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۸) چغلی کھانا

(۹) تہمت لگانا

(۱۰) دھوکہ دینا

(۱۱) عار دلانا

(۱۲) کسی کے نقصان پر خوش ہونا

(۱۳) تکبر کرنا

(۱۴) فخر کرنا (آئندہ)

۱۔ الایمان باللہ وصفاتہ

اللہ اور اس کی صفات کے بارے میں عقیدے

عقیدہ کی تعریف : دین کی وہ اصولی اور ضروری باتیں جن کا جاننا اور دل سے ان پر یقین کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔

نظر فرمودہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

عقیدہ ۱۶ : اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دیدے یہ اس کا عدل ہے، یا بڑے گناہ کو محض اپنی مہربانی سے معاف کر دے بالکل اس پر سزا نہ دے یہ اس کا فضل ہے۔

عقیدہ ۱۷ : اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے نرالی ہے، کوئی چیز اس کے جیسی نہیں، وہ مخلوق کی صفتوں سے پاک ہے، قرآن وحدیث میں بعض جگہ ایسی باتوں کی جو خبر دی گئی ہے، مثلاً اس کے ہاتھ ہیں چہرہ ہے، یا وہ تعجب کرتا ہے، ہنستا ہے، خوش ہوتا ہے، غصہ ہوتا ہے، وغیرہ تو ان کے معنی اللہ کے سپرد کر دیں کہ وہی ان کی حقیقت جانتا ہے اور ہم بے کھود کرید کئے ہوئے یقین کریں اور ایمان لائیں اس کو "**تنزیہ مع التسلیم**" کہتے ہیں ریہی بہتر ہے، یا اس کے وہ معنی مراد لئے جائیں جو محققین علماء نے بیان کئے ہیں، اس کو "**تنزیہ مع التأویل**" کہتے ہیں۔ (اسلامی عقائد)

گنبد اخضر

بے خود کھڑا ہوں روضۂ اطہر کے سامنے
ذرّہ ہے آفتاب منور کے سامنے

تھا میری تشنگی کو قیامت کا سامنا
اب خواب ہے یہ ساقی کوثر کے سامنے

دل میں جمے ہوئے تھے بہت منظر جمال
دھندلا گئے ہیں گنبد اخضر کے سامنے

حیراں ہے آنکھ عالم انوار دیکھ کر
اک تشنہ لب کھڑا ہے سمندر کے سامنے

ہوں شرمسار نامہ اعمال دیکھ کر
کس طرح جاؤں شافع محشر کے سامنے

پیش نظر ہے جلوۂ فردوس کی بہار
گھر سے قریب آپ کے منبر کے سامنے

حضرت مولانا محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ

اغراض ومقاصد

مقامی مجلس دعوۃ الحق

الحمدللہ شروع ہی سے باہم مشوروں کے ساتھ شہر کے اندر مجلس یہ خدمات انجام دے رہی ہے

۱) شہر کی مساجد میں ائمہ مساجد کے ذریعہ نماز کے بعد ایک منٹ کا مدرسہ سنانا۔

۲) شہر کے اطراف ونواح کے علاقوں میں ہر پیر بعد نماز عصر مجلس کے علماء وارا کین گشت کے ذریعہ گھر گھر پہنچ کر ایک گناہ کا نقصان اور ایک طاعت کا فائدہ بتانا پھر بعد نماز مغرب مسجد میں مردوں کو جوڑ کر علمائے کرام کے بیانات کا نظم اور نماز کی عملی مشق کا اہتمام کرنا۔

۳) ہر قمری مہینہ کے آخری اتوار کو شہر کی دوتین مساجد میں اکثر بیرونی اکابر علماء اور کبھی حسب ضرورت مقامی علمائے کرام کے اصلاحی مواعظ کا نظم کرنا۔

۴) قرآن کریم اور دینی کتابوں کے بوسیدہ پرزوں کو اہتمام واحترام کے ساتھ کہیں دفن کرنیکی غرض سے جابجا پلاسٹک بکیٹوں کا انتظام کرنا۔

۵) جن مساجد میں قرآن بغیر جزدان کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں وہاں جزدانوں کا انتظام کرنا۔

۶) ہفتہ میں دودن مؤذن حضرات کو جوڑ کر اذان واقامت کی اصلاح اور عملی مشق کرانا۔

۷) مجلس دعوۃ الحق کے دستور کے مطابق لڑکوں اور لڑکیوں کی صحیح قرآنی تعلیم کے لئے مدارس کا قیام اور نظم کرنا۔

۸) اسی مقصد کے تحت تعلیم بالغان کا جز وقتی نظم بھی جاری ہے۔

۹) حضرات اکابرین کے مواعظ وملفوظات کے منتخب کتابچے ہر ماہ شائع کر کے گھر گھر تقسیم کرنا۔

۱۰) قمری حساب سے محرم میں اسلامی کیلنڈر شائع کرنا۔

۱۱) ان تمام امور کی باقاعدہ ترتیب وتعمیل کیلئے مستقل دفتر موجود ہے جہاں دو علماء اس غرض سے متعین ہیں کہ پوری کارروائی کو تحریراً محفوظ کریں اور مجلس کے ماہانہ اجلاس میں طے شدہ امور کو عملی جامہ پہنائیں۔

DAWAT-UL-HAQ

43 Mulla Street,Pernambut - 635 810
E-mail: dawathulhaq@rediffmail.com Phone: 04171-231292

جواہر حکمت

جو فکر آخرت میں رات دن بے چین رہتا ہے
خدا کی یاد سے ایک آن بھی غافل نہیں ہوتا

جسے عشق پیمبرؐ ہے جسے پاس شریعت ہے
وہ احکام شریعت سے کبھی جاہل نہیں ہوتا

خدا کے در پہ سائل بن کے جانا جس کو آتا ہے
کسی کے در پہ جا کر وہ کبھی سائل نہیں ہوتا

(عارف باللہ حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ)